میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

ناشر مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ

صلی اللہ علیہ وسلم

میلادُ النبی

از

حجۃ الاسلام غزالیٔ وقت محدثِ اعظم حضرت علامہ

سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان

ناشر: مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

عرضِ ناشر

قارئین کرام

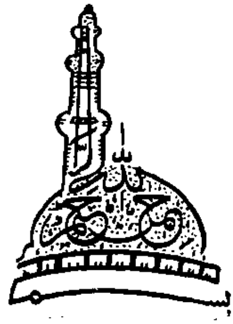
حضرت غزالیٔ زماں دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحق المبین، تقریرِ منیر، تسکین الخواطر، حجیتِ حدیث جیسی بلند پایہ علمی کتابیں اہلِ علم سے آپ کی جلالتِ علم کا سکہ منوا چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میلادُ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ کر آپ نے علماء اور عشاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خصوصاً اربابِ منبر پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔

اگرچہ اردو زبان میں اس موضوع پر بے شمار تصنیفات شائع ہو چکی ہیں۔ مگر ان میں زیادہ تر انہی واقعات کو لکھنے پر اکتفا کیا گیا جو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ لیکن حضرت غزالیٔ زماں دامت برکاتہم نے قرآن و حدیث فقہ و تفسیر، سیرت و تصوف کی بے شمار کتابوں کے گہرے مطالعے کے بعد وہ گوہر ہائے گرانمایہ صفحاتِ قرطاس پر بکھیرے ہیں۔ جن کو قبل ازیں عوام کا تو ذکر ہی کیا خواص میں سے بھی بہت ہی کم حضرات کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔

یہ کتاب پہلے بھی کئی بار طبع ہوئی، لیکن اس کی کتابت و طباعت پر کما حقہٗ توجہ نہ دی گئی۔ اب احباب کے پُرزور مطالبے پر "**مکتبہ فریدیہ ساہیوال**" نے پوری صحت معیاری کتابت و طباعت اور جدید صورت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

ابو العطا **حافظ نعمت علی چشتی سیالوی**



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صبحِ طیبہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ماہِ ربیع الاوّل شریف وُہ نورانی مہینہ ہے۔ جس کی آغوش میں نورِ مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ بموجب فرمانِ خداوندی و ذکرھم بایام اللہ۔ آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جو سید ایام اللہ یعنی یومِ ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ یہ وُہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح

عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذاتِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقتِ محمدی ہے، اور اس دارِ دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا پیدا ہونا ولادتِ محمدی ہے۔ اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحیِ نبوت سے مشرف ہوکر لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثتِ محمدی ہے۔ اور اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آیئے۔ اور سب سے پہلے خلقتِ محمدی کا بیان قرآن و حدیث کی روشنی میں سنیئے۔

خلقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اجسام سے قبل عالمِ امر میں ذواتِ انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضا یہ ہے۔ کہ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ اولیٰ عالمِ ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسولِ معظم جو تصدیق کرنے والا ہو۔ اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے۔ اور اسکی ضرور مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کرلیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہوجاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚ

اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اِن کی اولاد کو اور اقرار لیا اِن سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں (بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔"

تمام نفوسِ بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا، اور باقی تمام نفوسِ بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا۔ اس واقعہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ کہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔

واذ اخذنا من النبین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظاً۔

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ سے جو بیٹا ہے مریم کا۔ اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار۔"

اس آیتِ کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغِ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغِ رسالت پر عہد لیا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد و اقرار کرایا۔ یہ واقعہ بھی عالمِ میثاق کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کی خلقت اس وقت نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقتِ محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے۔ تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور احادیثِ صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوّل خلق ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍۘ مِنْهُمْ

یہ سب رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے ان

ف علیہم السلام

مِنْہُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَہُمْ دَرَجٰتٍ۔ کے بعض کو بعض پر، بعض ان میں سے وُہ ہیں۔ جن سے اللہ نے کلام کیا اُور بعض کے درجے بلند کیے"۔

جن کے درجے بلند کیے، وُہ حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ حضور کے درجوں کی بلندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ درجاتِ خلقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا درجہ سب سے بلند ہے اُور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ اُور نہیں بھیجا ہم نے آپکو اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمۃ بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

آیتہ کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے رحمت ہیں۔ اس آیۃ میں العٰلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے۔ جیسے "الحمد للہ رب العلمین ۝" یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلمین قرائنِ خارجہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔ لیکن اِس آیت کریمہ میں کوئی دلیل خصوص نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اِس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور علیہ السلام کا رحمۃ للعٰلمین ہونا جہتِ رسالت سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔ لہٰذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لیے رسول ہوں گے، اِسی کے لیے رحمت قرار پائیں گے۔ اَب یہ معلوم کر لیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لیے رسول بن کر تشریف لائے۔ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً۔ میں ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب وُہ ساری مخلوق کے لیے رسول ہوئے تو رسولِ عالمین قرار پائے۔ لہٰذا ضروری ہُوا، کہ آپ رحمۃ للعٰلمین ہوں۔ ثابت ہُوا کہ جس طرح حضور کی رسالت تمام عالمین کے لیے عام ہے۔

اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لیے عام اور ماسوی اللہ کو محیط ہے۔

یا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بد ترین لوگوں کے لیے حضور رحمت نہیں اس لیے کہ وہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو ظہورِ رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیتہ کے تحت مرقوم ہے۔ ولا تفریق بین المؤمن والکافر من الانس والجن فی ذٰلك والرحمة متفاوتة۔ (تفسیر روح المعانی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے رحمت ہیں۔ اس بارے میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے۔ کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا ورنہ حضور کی رحمت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالٰے رحمٰن اور رحیم ہے۔ اور اللہ تعالٰے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو کیا اللہ تعالٰے کے رحمٰن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ یا کُلَّ شَیْءٍ کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائیگا معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا۔ کہ اللہ تعالٰے کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے۔ مگر بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں، کہ رحمتِ خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔ معلوم ہوا۔ کہ کسی کا رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فردِ عالم کے لیے رحمت ہیں۔ اور حضور کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ مرتبۂ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلِ ایجاد ہیں حضور کے بغیر کوئی فردِ ممکن موجود نہیں ہو سکتا۔ وجود نعمت ہے۔ اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمتِ وجود میں حضور کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہیں، ظاہر ہے۔ کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو، وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے۔ اور جس چیز کی حاجت ہو

وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے۔ چوں کہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں۔ تو اس وجہ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین سے پہلے موجود و مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیتہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلِ کائنات ہونا بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ صاحبِ تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۵۲ و صاحبِ تفسیر روح المعانی نے ص ۹۶ پ ۱۷، اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے، اس لیے ذاتِ پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اصلِ کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمد للہ خوب واضح ہوگیا کہ خلقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجوداتِ عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوّلیتِ خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ آیتہ کریمہ "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" ہے۔ یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔"

صاحبِ عرائس البیان فرماتے ہیں۔ (وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ) اشارۃ الی تقدیم روحہ وجوھرہ علی جمیع الکون اس آیہ میں اشارہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک اور جوہرِ مقدس جمیع کون یعنی ماسوائے اللہ پر مقدم ہے۔ عرائس البیان جلد ۱ صفحہ ۲۳۸

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝

پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہوسکتے ہیں۔ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں۔ لہٰذا اس آیتہ سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمایئے۔

"حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کونسی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا۔" حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ جنّت تھی، نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔ کہ مخلوقات کو پیدا کرے۔ تو اس نور کو چار حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصّے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصّے کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے حصّے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسری سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے، پھر چوتھے حصّے کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنّت اور دوزخ پھر چوتھے حصّے کو چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا۔ جو معرفت الٰہی ہے۔ اور تیسرے سے ان کا نورِ اُنس پیدا کیا اور وہ توحید ہے جس کا خلاصہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، الخ

مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۹ سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۰، زرقانی جلد اوّل صفحہ ۴۶

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدّثین جیسے امام قسطلانی شارح بخاری و امام زرقانی اور امام حجر مکّی اور علامہ فارسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ، مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں، امام احمد بن حنبلؒ جیسے اکابر ائمہ دین کے استاذ ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ وقال احمد بن صالح المصری

قلت لاحمد بن حنبل رأیت احداً احسن حدیثا من عبد الرزاق قال لا۔ (تہذیب التھذیب

ص ۳۱۱، جلد ۶)

احمد بن صالح مصری کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا۔ کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا۔ انہوں نے فرمایا "نہیں"۔

امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں،۔ قد خلق کل شئ من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبوۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شئ وغیرہ مما فی معناہ یعنی، عقائد میں اہل سنت کے امام سیدابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایسا نور ہے۔ کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ اسی نور کی چمک ہے۔ اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔ اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔"

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا۔ "در حدیثِ صحیح وارد شدکہ اول ما خلق اللہ نوری (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲) پھر حدیثِ جابر کا مضمون بیان فرمایا۔ کثیر التعداد، جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اور تصحیح فرمانا اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل استنباط کرنا۔ اِس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث کے فرع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اِس حدیث کے متعلق

الحدیث الصحیح فرمانا صحتِ حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے۔ جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نورہ کی اضافتِ بیانیہ ہے۔ اور نور سے مراد ذات ہے۔ زرقانی جلد اوّل ص۴۶ حدیث کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک یعنی ذاتِ مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذاتِ مقدسہ سے پیدا فرمایا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے۔ نعوذ باللہ

حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے، تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ذاتی تجلی فرمائی۔ جو حسنِ الوہیت کا ظہورِ اوّل تھی۔ بغیر اس کے ذاتِ خداوندی نورِ محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے۔ یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے۔ جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے۔ کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے۔ کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا۔ اور آئینۂ محمدی نورِ ذاتِ احدی سے اس طرح منور ہوا۔ کہ نورِ محمدی کو نورِ خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا۔ اور اس ایک شیشہ سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا اور نہ دوسرے شیشوں۔ نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضانِ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور حضور کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اِس کے بعد اِس شبہ کو بھی دُور کرتے جائیے۔ کہ جب ساری مخلوق حضور کے نُور سے موجود ہوئی۔ تو ناپاک، خبیث اَور قبیح اشیاء کی بُرائی اَور قباحت معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگی۔ جو حضور کی شدید توہین ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتابِ وجود ہیں، اَور کل مخلوقات حضور علیہ السلام کے آفتابِ وجود سے فیضانِ وجود حاصل کر رہی ہے جس طرح اِس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ موالید اَور جواہرِ اجسام کے حقائق لطیفہ اَور خواص و اوصافِ مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہے۔ اَور کسی کی اچھی بُری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا، نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لیے قباحت اَور نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اَور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم و روائح، کھٹا، میٹھا مزا، اچھی بُری بُو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لیے عار کا موجب نہیں، کیوں کہ یہ تمام حقائق آفتاب اَور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اَور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اَور حقائق سورج اَور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالمِ اجسام میں پہنچتے اَور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں۔ جن کی بنا پر انہیں قبیح ناپاک اَور بُرا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اِسی طرح عالمِ اجسام میں کثیف اَور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ السلام کی ذاتِ پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اِس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے۔ کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں۔ تو انوارِ محمدی کی شعاعیں عالمِ موجودات کی برائیوں اَور نجاستوں سے معاذ اللہ کیوں کر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے نور میں حقائقِ اشیاء پائی جاتی ہیں اَور حقیقت کسی چیز کی نجس اَور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اِسی کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلّہ اناج، پھول

اُور پھل سبزیوں اُور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اُور وہی اجزائے غلیظہ غلہ اُور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں۔ جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے پیتے اُور کسی قسم کا تردّد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہُوا۔ کہ ناپاکی کے اثرات ضرور تعینات آتے ہیں۔ جو محض امورِ اعتباریہ ہیں۔ حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لیے کل مخلوقات کا نورِ محمدی سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور

حدیثِ جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نورِ محمدی تقسیم ہُوا۔ بلکہ اللہ تعالٰے نے جب نورِ محمدی کو پیدا فرمایا تو اس میں شاخ در شاخ بڑھتا گیا اُور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا۔ دیکھئے زرقانی علی المواہب جلد اوّل ص۴۶۔

رہا یہ شبہ کہ نورِ محمدی سے روحِ محمدی مراد ہے۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کا نور ہونا ثابت نہ ہُوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں نور نبیك من نورہ وارد ہے۔ جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے۔ اُور لفظ نور سے مراد اللہ تعالٰے ہے۔ اسی طرح نور نبیك میں اضافتِ بیانیہ ہے۔ اُور لفظِ نور سے ذاتِ پاک حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ لہٰذا ذاتِ محمدی کو لفظِ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ کہنا کہ صرف روحِ پاک نور ہے۔ جسمِ اقدس نور نہیں، بے خبری پر مبنی ہے۔ جسمِ اقدس کی لطافت اُور نورانیت پر انشاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سرِ دست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیثِ جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نورِ محمدی کی خِلقت کا بیان ہے، وُہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک کا نور ہے۔ اُور وُہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اُور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ نورِ پاک آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک میں بطورِ امانت رکھا گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں:۔

وفی الخبر لما خلق اللہ تعالیٰ آدم جعل اودع (ذلک النور) نور المصطفیٰ فی ظہرہ فکان شدۃ لمعانہ یلمع فی جبینہ الخ زرقانی علی المواہب جلد اول ص۴۹۔ مواہب لدنیہ جلد اول ص۱۰

ترجمہ: حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا۔ وہ نورِ پاک ایسا شدید چمک والا تھا۔ کہ باوجود پشتِ آدم میں ہونیکے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا۔ اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر غالب ہو جاتا تھا۔ یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ کہ پشتِ آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں۔ نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صُلب میں اسکی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں۔ جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آبا کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگِ بنیاد اور سبب اصل ہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونیوالی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزاء نہیں۔ نہ روح کا کُل ہیں۔ کیوں کہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہً باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شاعیں رکھی گئی تھیں۔ جو نورِ ذاتِ محمدی کی شعاعیں تھیں۔

ارواحِ بنی آدم کا ان کے آبا کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ استقرارِ حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق، اور دوزخی یا جنتی ہونا۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۲۰)

معلوم ہوا۔ کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں، بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ: شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں

مبتلا ہو جاتے۔ کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک سے ان کی قیامت تک ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشتِ آدم سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں۔ بلکہ وہ ان کے اشخاصِ مثالیہ تھے۔ جو مثالی صورتوں میں ان کی پشتِ مبارک سے بقدرتِ ایزدی ظاہر کئے گئے تھے۔ کیوں کہ ہم ابھی حدیثِ صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا۔ کہ نورِ محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا۔ اور پشتِ آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہرِ لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اصلابِ طاہرہ اور ارحامِ طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نورِ محمدی آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک میں رکھا گیا۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۱ ص۲ میں ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب نورِ مبارک پشتِ آدم ہی میں تھا۔ لیکن اپنے کمالِ نورانیت اور شدتِ چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔ الحمد للہ! ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا۔ کہ حضور علیہ السلام کا بدنِ مبارک بھی نور تھا۔

صاحبِ روح المعانی حضور علیہ السلام کے اوّلِ خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولذا کان نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوّل المخلوقات ففی الخبر اول ماخلق اللہ تعالیٰ نور نبیك یا جابر (تفسیر روح المعانی پ۱ ص۹۶)

(ترجمہ): (چوں کہ حضور علیہ السلام وصولِ فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں) اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اوّل مخلوقات ہے۔ "چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے، سب سے پہلے وہ چیز

جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وُہ تیرے نبی کا نُور ہے ، اے جابر۔"

اس حدیثِ جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب صفحہ ۵ پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲) حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد ، امام بیہقی ، و حاکم نے حدیثِ عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ، بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہو چکا تھا۔ اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ یعنی اِن کا ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث بروایت شرح السنہ مذکور ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۶)

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہ شبہ کیا جائے۔ کہ خاتم النبین کے معنیٰ ہیں، تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی ، یہ معنیٰ دُنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں۔ عالمِ ارواح میں ان کا معنیٰ ثابت ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ حضور کا خاتم النبین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبین کے معنیٰ آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے ، کہ خاتم النبین کے معنیٰ قطعاً آخری نبی ہیں۔ اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبین ہو چکا تھا۔ نہ یہ کہ میرا خاتم النبین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا۔ کیوں کہ علمِ الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں ختمِ نبوت کے منصب پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرما دیا۔ بایں معنیٰ کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے۔ اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو ، یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیرِ جہاد مقرر کر دے تو اس امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصبِ جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں ، کہ منصب خاتم النبین کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلے سے ثابت تھا۔ لیکن اِس کا ظہور دُنیا میں تشریف

لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اُصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوتِ کمال کے لیے اسی وقت ظہور لازم نہیں ۔ اسی لیے اہلِ سنت کا مسلک ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالاتِ محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا ظہور اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحتِ خداوندی ہوا۔

۳ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، کہ صحابہ کرام نے حضور سے پوچھا کہ یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ کو نبوت کب ملی ؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا :- و آدم بین الروح والجسد آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی ۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے ۔ اور علامہ ابوعیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا ۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی ۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۶)

۴ حدیث حضرت امام زین العابدین علی ابا ر و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین علیہ السلام سے اور وہ اپنے والدِ مکرم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "میں پیدائشِ آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نُور تھا۔"

(انسان العیون جلد اوّل ص ۲۹)

ازالۂ شبہ

اس روایت میں خلقِ آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور کے نورِ پاک کا ذکر ہے۔ حالاں کہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے ۔ یہ

یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔

لہذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

۵۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا۔ جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے جبرائیل" میرے رب کی عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔ (انسان العیون جلد ۱ صفحہ ۲۹، روح البیان صفحہ ۵۴۳)

آیات واحادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقتِ مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آگیا۔ اور اس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہوچکے۔ اس کے بعد ولادتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔

ولادتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بیان سابق میں یہ بات آچکی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کا نورِ پاک آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک میں رکھا گیا۔ جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ وہی نورِ مبین اصلابِ طاہرہ اور ارحامِ طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابونعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا۔ جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی اور بےحیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلابِ طیبہ سے ارحامِ مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔

(انوارِ محمدیہ مطبوعہ مصر ص۱۱، مواہب اللدنیہ جلد اول ص)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا سرکار ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔

بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر انکی اولاد میں سے حضرتِ نوح علیہ السلام کو چن لیا۔ اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرما لیا الخ

دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔

ام المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں۔ اور حضور علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے تمام مشارق و مغارب کو دیکھا، میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا۔ نہ خاندانِ بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون جلد ۱ صـ۲۶)

حافظ ابو سعید نیشاپوری ابوبکر ابن ابی مریم سے اور وہ ابو سعید بن عمر و انصاری سے اور وہ اپنے والدِ ماجد سے اور ان کے والدِ ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور وہ جوان ہو گئے۔ تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سُرمہ لگا ہوا ہے۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے۔ اور حسن و جمال کا لباس زیبِ تن ہے۔ وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور حضور کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ یعنی حضور کے والدِ ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکمِ اطہر میں جلوہ گر ہو گئے۔ جناب عبدالمطلب کے جسم سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب مکہ میں قحط ہوتا، تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے۔ اور انکے ذریعہ سے تقربِ خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کی دعاؤں کو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ (مواہب اللدنیہ صـ۵ جلد اوّل)

ابو نعیم اور خرائطی اور ابنِ عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزندِ جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی۔ جو یہودیہ ہو گئی تھی۔ اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی۔ اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے۔ اس نے حضرت عبداللہ کے چہرے میں نورِ نبوت چمکتا ہوا دیکھا۔ تو حضرت عبداللہ کو اپنی طرف

بلانے لگی۔ مگر حضرت عبداللہ نے انکار فرمادیا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص۱۹)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اُمہات الیٰ آدم و حوا علیہما السلام کے زنا و فحاشی سے پاک ہونے پر اجماعِ اُمت ہے۔ البتہ ہر فرد کے مومن ہونے پر اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضروریاتِ ایمان سے قرار دیا۔ اور اہلسنت نے اس کو ظنی اور مجتہد فیہ مانا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہوگئے۔ لیکن متاخرین جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین سے لے کر آدم و حوا علیہما السلام تک کُل آباء و امہات مومن و موحد ہیں۔ اور کسی کا کفر و شرک قطعاً ثابت نہیں۔ ان محققین متاخرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاوراتِ عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اور جن روایات میں انّ ابی و اباک فی النار آیا ہے۔ وہاں بھی لفظ اَب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لیے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں۔ بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیوں کہ غیر نبی اور غیر رسول کے لیے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایام فترۃ میں تھے۔ اس لیے ان کی نجات کے لیے اعتقادِ توحید کافی تھا۔ کسی شریعت و احکام الٰہی کا اس وقت موجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی کام گناہ قرار پاتا۔ اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تاکہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا بھی اس لئے نہ تھا۔ کہ وہ کفر پر معاذ اللہ مرے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا، کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے۔

حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کی بابت فقہ اکبر کی عبارت "ماتا علی الکفر" علیٰ حذف المضاف ہے۔ "ای ماتا علیٰ عہد الکفر" یعنی موت حضور کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی۔ جو کفر و جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ کہ وہ بحالتِ کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور علیہ السلام کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن آخیر پر رجوع کرلیا۔ اور توبہ کرکے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نبراس ص ۵۲۳ پر ہے۔

ونقل توبتہ عن ذلک فی القول المستحسن ۱۲

فائدہ

حضور کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کی توفیق ان کے شاملِ حال ہوئی۔ اور وہ اس قولِ شنیع سے تائب ہوگئے۔ فقیر کا رجحانِ طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے۔ ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔ کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی توفیقِ توبہ عطا فرمادی ہوگی۔ وما ذلك على الله بعزيز

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ السلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے۔ جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضرریاتِ دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے عنوانِ کلام "قالت الشیعۃ" اور اس کے بعد "قال اصحابنا" سے واضح ہے۔ یہ نہیں کہ ان یہ کلام اہلسنت کے رد میں ہے۔ اور معاذ اللہ انہوں نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچائی ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔ کہ جب اصحابِ فیل کا بادشاہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکۂ معظمہ پر چڑھائی کرکے آیا تو حضرت عبد المطلب ... کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبلِ ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ... جناب عبد المطلب کی پیشانی میں بشکلِ ہلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں

خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کی نازکعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کیلئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نورِ مقدس کی وجہ سے ابرہہ از راہِ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اُترا، پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔

(مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص تاریخ حبیب الٰہ)

ابرہہ نے لشکر کو شکست دینے کے لیے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا۔ اور اس کی زبان لرزنے لگی۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش میں آیا تو جناب عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ یقیناً سید قریشی ہیں۔ (مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۱۵)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا، باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اُسے سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہوئے ہونے کے بھی) ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے سائیس کو حکم دیا۔ کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے۔ جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالٰی نے اسے قوتِ گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا: السلام علی النور الذی فی ظهرك يا عبد المطلب۔ سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے۔ اے عبدالمطلب۔

مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۱۵، ۱۶

انسان العیون جلد اوّل ص۵

عبدالمطلب کی نذر اور خواب !

اور

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی

ابتدا میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحبزادے حارث تھے ۔ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں ۔ تو اُن میں سے ایک بیٹے کی قربانی کروں گا ۔ اِس کے بعد حضرت عبدالمطلب زمزم کھودنے میں مصروف ہوگئے اور یہ کام ان کے لیے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے ۔ جن کے نام حسبِ ذیل ہیں :-

حارث[1] ۔ زبیر[2] ۔ حجل[3] ۔ ضرار[4] ۔ مقوم[5] ۔ ابولہب[6] ۔ عباس[7] ۔ حمزہ[8] ۔ ابوطالب[9] ۔ عبداللہ[10]

ان بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیامِ لیل میں مشغول تھے ۔ خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی ، وہ پوری کیجیے ۔ عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے اُٹھے اور حکم دیا ۔ کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء اور مساکین کو کھلا دیا جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔ پھر سوئے تو خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے ۔ "اس سے بڑی چیز قربان کیجیے ۔" بیدار ہو کر اونٹ قربان کیا اور مساکین کو کھلا دیا ۔ پھر سوئے تو ندا آئی ۔ "اس سے بڑی چیز قربان کیجیے ۔" فرمایا اس سے بڑی چیز کیا ہے ؟ ندا دینے والے نے کہا ۔ "اپنے ایک بیٹے کی قربانی کیجیے ۔" جس کی آپ نے نذر مانی ہے ۔ آپ یہ سُن کر غمگین ہوئے ۔ اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفائے نذر کی طرف متوجہ کرایا ۔ سب نے کہا ۔ "ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے ۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ۔ ذبح کر دیں ۔" آپ نے فرمایا قرعہ اندازی

کرلو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جو جناب عبدالمطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لیے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا۔ تو ساداتِ قریش سب جمع ہوکر آگئے۔ اور عبدالمطلب سے کہنے لگے "آپ کیا کرنا چاہتے ہیں" انہوں نے کہا میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں" سردارانِ قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر پیش کرکے سبکدوش ہوجائیں۔ اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لیے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہوجائے گی۔ سردارانِ قریش نے مشورہ کرکے جناب عبدالمطلب سے کہا۔ چلیئے فلاں کاہنہ کے پاس چلیں جس کا نام قطبہ ہے۔ (بعض نے اس کا نام سجاح بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے جس میں آپ کے لیے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا "تم میں خوں بہا کتنا ہوتا ہے؟ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے کہا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں۔ اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکل آئے۔ تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں، اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبداللہ کی بجائے ذبح کردیا جائے۔ وہ قربانی گویا عبداللہ کی ہوگی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا۔ اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹوں تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا۔ اور سو اونٹوں کو قربان کردیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں۔ بلکہ جناب عبداللہ حضور علیہ السلام کے والدِ ماجد کی قربانی قرار پائی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں" یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب۔ انتہیٰ

(مواہب اللدنیہ جلد اول ص۱۰۱)

بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس وقت مانی تھی۔ جب آپکو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ

کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا۔ تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص۱)

نسب شریف

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباسؓ مروی ہے۔ کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں، عبداللہ کا بیٹا۔ اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا۔ تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا۔ یعنی انسان بنایا۔ انسان میں دو فرقے پیدا کیے، عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا۔ یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ اور سفاح یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک یعنی سفاح جاہلیت کا کوئی مجھ کو نہیں پہنچا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤ اُمہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس طبرانی۔ ابونعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں۔ (مواہب اللدنیہ)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مرفوعاً یعنی خود حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو۔ مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو۔ وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ بُرے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف مصفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے۔ جیسے

عرب و عجم، پھر قریش و غیر قریش و علیٰ ہذا۔ میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدنیہ)

دلائلِ ابونعیم میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھرا، سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ کہ آثارِ صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ؎

آفاقہا گردیدہ ام   مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیارِ خوباں دیدہ ام   لیکن تو چیزے دیگری

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فائدہ

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد نسب بیان کرتے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے "کذب النسابون" اور محتاط

عُلماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

زمانۂ طفولیت

ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں۔ کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے۔ تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اوّل جو کلام فرمایا وہ یہ تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔ جب ذرا سمجھ دار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے۔ (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) مواہب اللدنیہ)

ابن سعد، ابونعیم اور ابنِ عساکر نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنے رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہاں تک کہ آپکو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا۔ اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا۔ جو ان پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے تھے، وہ بھی ٹھہر جاتا تھا۔ اور جب چلنے لگتے وُہ بھی چلنے لگتا۔ یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (مواہب اللدنیہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے۔ کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں ملکر چلی۔ اس قبیلہ کا یہی کام تھا۔ اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک دراز گوش پر سوار تھی۔ جو غایتِ لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں۔ کوئی قبول نہ کرتی۔ (کیوں کہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ ہوتی۔ اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کہ میں خالی جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں۔ شاید اللہ تعالےٰ برکت عطا کر دے غرض میں آپکو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اسقدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضائی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا۔ اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا۔ اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا۔ اے حلیمہ تو تو بڑے برکت والے کو بچے لائی۔ میں نے کہا ہاں۔ مجھے بھی یہی امید ہے۔ پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور میں آپکو لے کر اس دراز گوش پر سوار ہوئی۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا۔ کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں۔ کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے۔ جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا "ہاں وہی ہے۔" وہ کہنے لگیں بے شک اسمیں کوئی بات ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا۔ لیکن میری بکریاں دودھ بھری آتیں۔ اور دوسرے لوگ اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ۔ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراہ گاہ میں چرنے کے لیے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے۔ (کیوں کہ چراہ گاہ میں کیا رکھا تھا۔ وہاں تو بات ہی اور تھی)۔ غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا۔ آپ کا نشو و نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے۔ مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا۔ کہ آپ اور رہیں۔ اس لیے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔ سو چند مہینے کے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے۔ کہ یہ

بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ مجھ سے اور اپنے باپ۔ سے کہا۔ کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے، دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں۔ لیکن رنگ متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا۔ " فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپکو اپنے ڈیرے پر لائے۔ تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو، ان کے گھر پہنچا آ، میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی۔ پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا۔ اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اور میں اپنی خدمات پوری کر چکی، خدا جانے کیا اتفاق ہوتا۔ اس لیے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا "ہاں" کہنے لگیں، ہرگز نہیں۔ واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حمل کے حالات اور ولادت کے بیان کیے۔ اور بعد میں فرمایا۔ اچھا ان کو چھوڑ دو۔ اور خیریت کے ساتھ چھوڑ دو۔ (سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے۔ اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی اور یہ جزامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبد العزیٰ کے جو شوہر ہیں حلیمہ کے (فی زاد المعاد) بعض اہلِ علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامہ اور زاد المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اسی طرح سو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ کیا۔ پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے، تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی۔ کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ کا شقِ صدر اور

قلب اطہر کا دُھلنا چار بار ہوا ۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا ۔ اور دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا ۔ تیسری بار وقتِ بعثت کے ماہِ رمضان غارِ حرا میں ، چوتھی بار شبِ معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں ۔ (شمامہ ، تبغیر بسیر)

ایامِ طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینۂ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے ۔

جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا ۔ قلبِ مبارک کو باہر نکال کر اُس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس بند کر دیا ۔ وہ بچے (جن کے ساتھ آپ کھیل رہے تھے) حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے "اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" (محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گیے) لوگ دوڑے ہوئے آئے ۔ تو حضور علیہ السلام کا رنگِ مبارک بدلا ہوا تھا ۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) کا نشان دیکھتا تھا ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا ۔ کہ شقِ صدر مبارک کے متعلق روحانی ، مثالی ، کشفی ، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں ۔ بلکہ یہ "شق صدر" اور چاک کیا جانا ، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے ۔ کیوں کہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا ۔ پھر حدیثِ پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں ۔ کہ جب حضور علیہ السلام کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا ۔ تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا ۔ کہ محمد قتل کر دیئے گئے ۔ حضور علیہ السلام کے سینۂ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے ۔ کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے ۔ اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیانِ سابق میں ہمارا یہ قول بے غبار ہو جاتا ہے۔ کہ شقِ صدر مبارک بچپن میں ہوا۔ یا جوانی میں، قبل البعثت ہو یا بوقتِ معراج ہو حضور علیہ السلام کے بعد وفات حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے۔ کیوں کہ انسان کا دل اس کی روحِ حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آجانا روحِ حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلبِ مُبارک کے سینۂ اقدس سے باہر جانے کے باوجود حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روحِ مبارک کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ

فضیلتِ شقِ صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔ كَانَ فِيهِ الطَّسْتُ الَّتِي يُغْسَلُ فِيهَا قُلُوبُ الْأَنْبِيَاءِ (فتح الملہم جلد اوّل ۳۲۱)

یعنی تابوتِ سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔ چوں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیاتِ حقیقی جسمانی عطا کی گئی۔ لہٰذا شقِ صدر اور قلبِ مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔ تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی۔

اور اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلبِ مُبارک کا دھویا جانا

قلبِ اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا۔ کیوں کہ حضور سیّدِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین والطاہرین ہیں۔ ایسے طیب وطاہر کے ولادتِ باسعادت کے بعد بھی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلبِ اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا۔ کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے۔ جو دُنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں۔ بلکہ قلبِ اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وُہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شقِ صدر کی حکمتیں

شبِ معراج حضور علیہ السلام کے سینۂ اقدس کے شق کیے جانے میں بیشمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلبِ اطہر میں ایسی قوّتِ قدسیہ بالفعل ہو جائے۔ جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سمٰوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے پر کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل

علاوہ ازیں شقِ صدر مبارک میں ایک حکمتِ بلیغہ یہ بھی ہے۔ کہ صحابۂ کرام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاءِ علیہم السلام کے اجسامِ مقدسہ قبضِ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روحِ حیات کا مستقر قلبِ انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دِل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وُہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا۔ اور وُہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بدستور زندہ رہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبضِ روح مبارک کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام بدستور زندہ ہیں۔ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ سَمِيْعَتَانِ ہ

ترجمہ قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

دائمی ادراک

جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادات حضور علیہ السلام کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے ہیں۔ تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی تھے۔ تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیوں کر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دھیان نہ رہنا، عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں۔ اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں۔ بلکہ دائمی ہے۔

شقِ صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا نوری ہونا

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں۔ کہ شقِ صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے، وَكَوْنُهُ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا يُنَافِيْهِ كَمَا تُوُهِّمَ۔

(نسیم الریاض، شرح شفا قاضی عیاض جلد ۲ ص۲۲۸)

نورانیت اور احوالِ بشریہ کا ظہور

اقول! وباللہ التوفیق: جو بشریت عیوب ونقائصِ بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شقِ صدر ہونا بشریتِ مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینۂ اقدس کی چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنْ اَلشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ ہ

(روح البیان جلد ۵ ص۱۰۶)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوالِ بشریہ پر غلبہ دے دے۔ بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا۔ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا، اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا جیسے غزوۂ احد میں، تو وہاں احوالِ بشریہ کا غلبہ تھا۔ اور جب خون نہ بہا جیسے لیلۃ المعراج شقِ صدر میں، تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شبِ معراج شقِ صدر مبارک، مسلم شریف کی روایت میں ہے

کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا۔ اور قلب مبارک باہر نکالا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا اور اس سے خون کا لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ اگر ہوتا تو یہ ہوتا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ

علامہ تقی الدین سُبکی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ (جس طرح قوتِ سامعہ آواز کو اور قوتِ باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوتِ ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو۔ اور قوتِ لامسہ گرمی اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دِل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے۔) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلبِ مبارک سے دور کر دیا گیا۔ تو حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی، جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے مراد یہی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں اِس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا۔ کیوں کہ یہ ممکن تھا۔ کہ پہلے ہی ذاتِ مقدسہ میں اُسے پیدا نہ فرمایا جاتا۔ تو جواب دیا جائے گا۔ کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ وہ اجزائے انسیہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقتِ انسانی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ اور اس کا نکال دینا۔ یہ ایک امرِ آخر ہے۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہیٰ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اِس کی نظیر بدنِ انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا، اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائد چیزیں، (جن کا پیدا ہونا بدنِ انسانی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کے لیے

ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدنِ انسانی کا تکملہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمالِ تطہیر و تنظیف کا مقتضیٰ ہے۔ (شرح شفاء للملا علی قاری جلد ا صفحہ ۱۳۷)

اقول وباللہ التوفیق :۔

چوں کہ ذاتِ مقدسہ میں حظِ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لیے حضور علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ وَلٰكِنْ أَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ میرا ہمزاد مسلمان ہوگیا۔ لہٰذا وہ کلمۂ خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں، کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے۔ جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم رہتا ہے۔ اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے اسی طرح وہ منجمد خون قلبِ انسانی کے لیے ایسا ہے، جیسے چھوہارے کے لیے گٹھلی، اگر ابتداءً نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن پختہ ہوجانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا۔ کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی۔ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کرلی جائے۔ کہ قلبِ اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلبِ اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا، جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور گٹھلی کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ کہ اس لوتھڑے کو قلبِ اطہر میں ابتداءً کیوں پیدا کیا گیا۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۹۳)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا۔ کہ هٰذَا حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذاتِ مقدس میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ ذاتِ پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے۔ بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں۔ کہ اگر آپ کی ذاتِ پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہوسکتی تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا۔ جب اس کو آپ کے قلبِ مبارک سے نکال کر باہر

پھینک دیا گیا۔ تو اس کے بعد آپ کی ذاتِ مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظِ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا، تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا۔ تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذاتِ مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔

شقِ صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت کے متعلق نہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالےٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متشکل فرما دیا اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعتِ شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے تھے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے۔ کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرور میں اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر برہنہ نہ ہوتا۔ اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا کرنا چاہا (کیوں کہ اتنے بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا۔ طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلافِ حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا۔ اور یہ آواز آئی، کہ اپنی لنگی باندھو بس میں نے فوراً باندھ لی۔ اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیے۔ (سیرۃ ابنِ ہشام)

ابنِ عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے۔ کہ میں مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت

قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے اس صاحبزادہ کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا۔ اور آسمان پر کہیں بدلی کا نشان نہ تھا۔ چاروں طرف سے بادل آنا شروع ہوا۔ یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا۔

ایک مرتبہ آپ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں بغرض تجارت شام کو گئے۔ راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علاماتِ نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی۔ اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سردار سب عالموں کے ہیں۔ اور اہلِ کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملکِ شام میں نہ لے جاؤ۔ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے۔ سو ابو طالب نے مالِ تجارت وہیں فروخت کیا۔ اور بہت نفع پایا۔ اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے، سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے۔ تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامہ)

گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی۔ اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے اس احسان کے جواب میں اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ آپ جن کی تربیت میں رہے

آپ ابھی زمانۂ حمل میں تھے کہ آپ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ کی وفات ہو گئی۔

(سیرۃ ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ آپ کے والدِ ماجد حضرتِ عبد اللہ "شام" کو قافلہ

قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ (تاریخ حبیبِ الٰہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے۔ تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں۔ مکہ کو واپس آتے ہوتے درمیانِ مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللدنیہ)

پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام) انہوں نے ابوطالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی۔ چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا۔ جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ کو دودھ پلایا۔ اور اس وقت ان کا بیٹا "مسروح" بھی دودھ پیتا تھا پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی "حلیمہ سعدیہ" نے آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا، یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے۔ اور بہت پکے مسلمان ہوئے اور اس زمانہ میں حضرتِ حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ سو اس عورت نے بھی آپکو ایک دن دودھ پلایا۔ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثویبہ کے دودھ سے، دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔

آپ کی والدہ اور ثویبہ، حلیمہ اور شیماء آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرتِ زید سے کیا تھا۔ جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زاد المعاد)

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات

جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے۔ اور بقولِ ابن اسحاق بیس سال کے ہوئے تو قریش اور بنی قیس عیلان کے درمیان ایک لڑائی ہوئی جس میں آپ بھی شریک ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے چچاؤں کو دشمنوں کے تیروں سے بچاتا تھا۔ (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرتِ خدیجہ بنتِ خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں۔ اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ کے صدق و امانت وحسنِ معاملہ اور اخلاق کی خبر سُن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے۔ اور اسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اُترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپکو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا۔ کہ یہ کون شخص ہے؟ میسرہ نے کہا کہ قریش اہلِ حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا، اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی نہیں اُترا۔" آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا۔ کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرتِ خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا۔ تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بیّن دلیل تھی۔) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرتِ خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے۔ ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا۔ اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں۔ اور مجھ کو کتبِ سماویہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونیوالا ہے۔ اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں۔ یہ سب سُن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپکی قرابت اور اشرفُ القوم

اور امین وخوشخو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے زیرِ اہتمام نکاح ہوگیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس راہب کا نام نسطور تھا۔ (تاریخ حبیب اللہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانۂ کعبہ کی تعمیر از سرِ نو شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجرِ اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں گا، قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو، آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجدِ حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلے پر سب عمل کرو۔ لہٰذا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ہیں، امین ہیں۔ اور قریش آپکو نبوۃ سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے حجرِ اسود اپنے دستِ مبارک سے اس کپڑے میں رکھا، اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پتھر پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہوگئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہوگیا۔ اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس موقع پر رکھنے کیلئے اپنا وکیل بنائیں۔ کہ فعل وکیل کا بمنزلہ مؤکل ہوتا ہے۔ تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہوں۔ (تاریخ حبیب اللہ بتغیر الفاظ)

بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

نزولِ وحی میں کفاراَور کی مخالفت میں جب آپ چالیس برس کے ہوئے۔ آپ کو خلوت محبوب ہوگئی۔ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اَور کئی کئی روز رہتے۔ اَور نبوۃ سے چھ ماہ قبل ہی سچے اَور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔ کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاوّل کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام اَور سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں آپ پر لائے اَور آپ مشرف بانبوت ہوگئے۔ اس کے ایک عرصہ بعد سورۂ مدثر کی اوّل کی آیتیں نازل ہوئیں۔ جو آپ نے حسبِ حکم فَاَنْذِرْ دعوتِ اسلام شروع کی۔ مگر پوشیدہ۔ پھر یہ آیت آئی: فاصدع بما تؤمر آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ پس کفار نے عداوت اَور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہوکر ابوطالب سے کہا۔ کہ یا تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ کردو، ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت چلے گئے۔ اَور کفار نے آپ سے اَور بنی ہاشم اَور بنی مطلب سے برادری قطع کردی اَور سوداگروں کو منع کردیا۔ کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں۔ اَور ایک کاغذ اس مقاطع کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکادیا۔ تین سال تک آپ اَور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر کار آپ کو وحی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع

ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں لکھا تھا۔ ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی۔ اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اُتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے۔ اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابوطالب نے اور بنی ہاشم و مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوتِ الی اللہ میں مشغول ہوئے۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا۔ اور غرہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ اور نبوت سے سالِ دہم میں شعب سے باہر آئے تھے۔ اور اسی سال حصارِ شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے تین دن بعد حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔ (شمامہ)

حضرتِ خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔ (تاریخ حبیب الٰہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے۔ اور یہ جانا دعوتِ اسلام کے لیے نیز اس لیے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں۔ (کیوں کہ وفات کے بعد ابوطالب کے کوئی با وجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا۔) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی۔ بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے ملول ہو کر مکہ واپس ہوئے۔ اور جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے۔ پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ یہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے۔ اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو ظاہر ہوئے۔

انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورۂ احقاف آیۃ "وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ" میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے۔ مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرماتے تھے۔ کہ کچھ لوگ انصار کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا۔ کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے، اور اقرار کیا کہ سالِ آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا۔ اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچا۔ اگلے سال کہ نبوت سے بارہواں سال تھا۔ بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی۔ پانچ پہلے اور سات اور، اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس کا نام بیعتِ عقبۂ اولیٰ ہے۔ آپ نے حسبِ درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اسلام کے لیے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعبؓ نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوتِ اسلام کی۔ اور اکثر آدمی انصار میں سے مسلمان ہو گئے۔ تھوڑے ان میں سے باقی رہے۔ پھر اگلے سال کہ نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا۔ کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ آئے گا۔ ہم اس سے لڑیں گے۔ اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعتِ عقبۂ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔

(تاریخ حبیب الٰہ و سیرۃ ابن ہشام)

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔ جس کا اُردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور شبِ قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذاتِ مقدسہ سے شرف ملا وہ ضرور اس رات سے افضل قرار پائے گی۔ جو حضور کو دیے جانے کی وجہ سے شرف والی چیز ہے۔ لیلۃ القدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ مبارک سے شرف یاب ہوئی۔ اور اس لیے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل واحسان ہے۔ اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجوداتِ عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل واحسان فرمایا۔ کیوں کہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں تمام خلائق اہل السموٰت والارضین پر عام ہو گئیں" انتہیٰ (ماثبت بالسنہ ص۸۲)

امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ جلد اوّل ص۲۶ پر لیلۃ القدر پر شبِ میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے۔ اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ قدسی اور ولادتِ مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے۔ جس کا اظہار محافلِ میلاد، انواع و اقسام کے مبرات، خیرات و صدقات کی صورت میں اہلِ محبت، مومنین، مخلصین ہمیشہ کرتے رہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ ان پر اتمام حجت کے لیے قرآن و حدیث و عبارات علماء و محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔

(واللہ ولی التوفیق)

حضور علیہ السلام کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت و سرور ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ پ ۱۱ ع ۱۰	اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے، فرما دیجئے! اور اسی کے فضل اور اسی کی رحمت سے تو اسی پر چاہیئے، کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے۔ کہ نصیحت شفا ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے۔ اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ہے اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں۔ جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہٰذا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جو ظہورِ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔

نعمتِ الٰہی کو بیان کرنا چاہیئے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری جلد ۲ صہ ۵۶۶) لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مقدس اور بیانِ مبارک از روئے قرآنِ کریم مطلوب و محبوب ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے

بخاری شریف میں ہے:۔

قال عروۃ ثویبۃ مولاۃ لابی لھب کان ابولھب اعتقھا فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات ابو لھب اریہ بعض اھلہ بشرحیبۃ قال لہ ماذا بیت قال ابو لھب لم القٰ بعدکم غیرنی سقیت فی ھذہ لعتاقتی ثویبۃ۔ انتھی (بخاری شریف جلد ۲ صہ ۷۶۴)

حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے (حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اُسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا۔ ابولہب نے کہا۔ تم سے جُدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:۔

ذکر السھیلی ان العباس قال لما مات ابو لھب رایتہ فی منامی بعد حول فی شر حال فقال ما لقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی فی کل یوم

سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا۔ تو میں نے ایک سال بعد اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے حال میں ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ تمہارے بعد

اثنین قال وذٰلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابا لھب بمولدہٖ فاعتقھا۔

(فتح الباری جلد ۹ صہ ۱۱۸)

مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرتِ عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی تو ابولہب نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲ صہ ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی۔ یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اوّل

قرآن مجید میں ہے: لا یخفف عنہم العذاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا۔ اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟

جواب

اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ جن میں بعض بالکل رکیک اور قابلِ اعتنا نہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارحِ بخاری نے فتح الباری اکثر اقوال نقل فرما کر قابلِ وثوق مسلک نقل کیا۔ اور آخر میں اپنے قول سے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

وقال القرطبی ھذا التخفیف خاص بھذا وبمن ورد النص فیہ وقال ابن منیر فی

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیفِ عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق

الحاشية هنا قضيتان احداهما محال وهی اعتبار طاعة الکافر مع کفرہ لان نشرة الطاعة ان تقع بقصد صحیح وهذا مفقود من الکافر الثانیة اثابة الکافر علی بعض الاعمال تفضلاً من الله تعالیٰ وهذا لا یحیلہ العقل فاذا تقرر ذلك لم یکن عتق ابی لهب لثویبة قربتہ ویجوز ان یتفضل الله علیہ بما شاء کما تفضل علی ابی طالب والمتبع فی ذلك التوقیف نفیا واثباتًا (نقلت) وتتمة هذا ان یقع التفضل المذکور اکراما لمن وقع من الکافر البر لہ ونحو ذلك والله اعلم۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۹)

میں تخفیفِ عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابنِ منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیئے ہیں، ایک تو محال ہے وہ یہ کہ ہے۔ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعۃ کا اعتبار کیا جائے۔ استحالہ کی وجہ یہ ہے کہ طاعۃ کا معتبر ہونا قصدِ صحیح کی شرط سے مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہوگئیں، تو جاننا چاہیئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعۃ معتبرہ نہ تھی۔ اور اس کے عمل پر اگر اللہ تعالےٰ اپنی مشیّت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابوطالب پر احسان فرمایا۔ اور اس مسئلہ میں نفیاً اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے۔ (یعنی تخفیفِ عذاب کی نفی و اثبات کا قول ورودِ نص پر موقوف ہے جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہو۔ اس کی اتباع کی جائے گی۔

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں۔ کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام کے لیے ہوتا ہے۔ جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ (جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کہ ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیفِ عذاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام و اجلال کے لیے ہے)

اعتراض دوم

سوال:۔ غیر مسلم کا خواب حجت نہیں۔ جس پر یقین کر لیا جائے؟

جواب: ان خوابوں کا حجۃ شرعیہ نہ ہونا مسلّم ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ ان سے کسی حقیقتِ واقعیہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے، اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو، غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا۔ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے، انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل صحیح اور سچی ثابت ہوئیں۔ اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی۔ بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے۔ تو مومن مخلص کے حق میں ولادتِ باسعادت پر اظہارِ مسرت بطریقِ اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی اُمید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ، جلد ا ص۲۷ پر یہی مضمون امام ابنِ جوزی سے نقل فرماتے ہیں:۔

قال ابن الجوزی فاذا کان ھذا ابو لھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی فی النار بفرحۃ لیلۃ مولدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام الذی یسر بمولدہ و یبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبۃ صلی اللہ علیہ وسلم	ابن جوزی نے کہا کہ (شبِ میلاد کی خوشی کی وجہ سے) جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے (کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے)۔ حالاں کہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی مومن و موحد کا کیا حال ہوگا۔ جو حضور کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے

لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم، انتہی۔

موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اپنے فضل عمیم سے جناتِ نعیم میں داخل کرے۔ انتہی

عیدمیلاد منانا اور ماہ ربیع الاول میں اظہار فرحت وسرور اور صدقات خیرات کرنا

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات وصدقات و اظہار فرحت وسرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا زال اھل الاسلام یحتفلون بشھر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظھرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک اعیادا لیکون اشد

حضور علیہ السلام کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوتِ طعام کرتے رہے ہیں۔ اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالٰی کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور اس کے خواص سے یہ

علۃ علی من فی قلبہ مرض دعناد ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس من البدع و الاھواء والغناء بالآلات المحرمۃ عند عمل المولد شریف فان اللہ تعالیٰ یثیبہ علی قصدہ الجمیل و یسلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا ونعم الوکیل۔

مواہب اللدنیہ جلد اول ص۲۷
مطبوعہ مصر

امر مجرب ہے کہ انعقادِ محفلِ میلاد اس سال میں موجب امن وامان ہوتا ہے۔ اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہِ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہو جائے اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔ اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں۔ اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ ان کو ان کے قصدِ جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے۔ بے شک وہ ہمیں کافی ہے۔ اور بہت ہی اچھا وکیل ہے۔"

علامہ قسطلانی کی عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ :- ماہِ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقادِ محفلِ میلاد اہلِ اسلام کا طریقہ رہا ہے۔

۲ :- کھانے پکانے کا اہتمام، انواع واقسام کے خیرات وصدقات ماہِ میلاد کی راتوں میں اہلِ اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔

۳ :- ماہِ ربیع الاول میں خوشی ومسرت کا سرور کا اظہار شعارِ مسلمین ہے۔

۴ :- ماہِ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آیا ہے۔

۵ :- ماہِ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک اہتمام خاص کرنا مسلمانوں

کا محبوب طرزِ عمل رہا ہے۔

۶:۔ میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالےٰ کا فضلِ عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے

۷:۔ محفلِ میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافلِ میلاد منعقد کی جائیں۔ وہ تمام سال امن و امان سے گذرتا ہے۔

۸:۔ انعقادِ محافلِ میلاد مقصود و مطلب پانے کے لیے بشریٰ عاجلہ (جلد آنیوالی خوشخبری) ہے۔

۹:۔ میلادِ پاک کی راتوں کو عید منانیوالے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

۱۰:۔ ربیع الاوّل شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا، اور ماہِ میلاد کی ہر رات کو عید منانا، یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لیے سخت مصیبت ہے۔ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوتِ رسول کی بیماری ہے۔

۱۱:۔ علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے۔ وہ انعقادِ محفلِ میلاد پر نہیں، بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے۔ جو لوگوں نے محافلِ میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا، بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ایسے منکرات پر صاحبِ مدخل نے انکار فرمایا۔ اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے۔ صاحبِ مدخل کی عبارات سے دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے

حضرت علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:۔

وقال الامام السیوطی قدس سرہ یستحب لنا اظھار الشکر لمولدہ علیہ السلام انتھی (روح البیان جلد ۹ ص ۵۶)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔

ایک شبہ کا جواب

علامہ فاکہانی مالکی نے عملِ مولد کو بدعتِ مذمومہ لکھا ہے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟

جواباً گزارش ہے، کہ فاکہانی مالکی کا عملِ مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعۃ مذمومہ لکھنا خود مذموم ہے۔ عملِ مولد کی اصل میں وُہ تمام احادیث ہیں۔ جن میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا۔ اُور اپنی نعت شریف پڑھنے کے لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہلِ حق نے عملِ مولد کی اصل کو ثابت مانا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو بدعۃ مذمومہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے، دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں:۔

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنته وكذا الحافظ السيوطی ورد علی الفاكهانی المالكی فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة ۔ انتهی

(سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص۸۰)

بے شک عملِ مولد کے لیے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے۔ اُور اسی طرح حافظِ سیوطی نے بھی۔ ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے۔ کہ (معاذ اللہ) عملِ مولد بدعۃ مذمومہ ہے۔

نیز مجمع بحار الانوار میں ہے:۔

مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاوّل وانه شهر اُمرنا باظهار الفرح فيه كل عام ۔

(مجمع بحار الانوار جلد ۳ صہ ۵۵۰)

ربیع الاوّل کا مہینہ منبع انوار اُور رحمت کا مظہر ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں اظہارِ سرور کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع بحار الانوار)

اُور ماثبت بالسنۃ میں ہے:۔

ولا زال اهل الاسلام يحفلون بشهر مولده صلی الله عليه وسلّم ۔

(ماثبت بالسنۃ صہ ۹)

اُور اہلِ اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ مبارک کے زمانے میں۔

اس مقام پر حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی

ہے۔ جو مواہب اللدنیہ سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے۔

"شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکاکر لوگوں کو کھلایا کرتا ہے۔ ایک سال قحط سالی کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا۔ میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چنوں سے بہت مسرور اور خوش ہیں۔"

(الدرالثمین ص۸)

مولد النبی میں ابن جوزی محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تمام بلاد عرب و عجم میں محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے۔ بخوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کیا۔

انسان العیون، تفسیر روح البیان اور شمامہ امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی میلاد شریف کی مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات ہدیۂ ناظرین ہوں گی۔

قیامِ میلاد اَور صلوٰۃ وسلام

بعض لوگ میلادِ پاک میں قیامِ تعظیمی اور صلوٰۃ وسلام کو بھی بدعتِ مذمومہ کہتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اَور مشائخ میں بھی جاری رہا۔ اَور جلیل القدر ائمہ دین اَور اعلامِ امت عمل مولد و قیامِ میلاد کے عامل رہے۔

انسان العیون (سیرۃ حلبیہ) میں ہے:۔

ومن الفوائد انه جرت عادة من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام بدعة لا اصل لها اے لكن هى بدعة حسنة لانه ليس كل بدعة مذمومة۔

(سیرۃ حلبیہ جلد اوّل صفحہ ۸۰)

اَور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہوگئی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائشِ مبارک کا ذکر سُنا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اَور یہ قیام بدعت ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعتِ حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

وقد وجد القيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم الامة ومقتدى الائمة دينا وورعا الامام تقى الدين السبكى وتابعه على ذلك مشائخ الاسلام

حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔ امّتِ محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سُبکی جو دین اَور تقوے میں ائمہ کے مقتداء ہیں اور اس بیان

فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام
السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علمائے
عصرہ فانشد منشد قول ....
الصرصری فی مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شعر

قلیل المدح المصطفیٰ الخط بالذھب
علی ورق من خط احسن من کتب
وان تنھض الاشراف عند سماعہ
قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب

فعند ذلک قال الامام السبکی رحمہ اللہ
وجمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذلک
المجلس ویکفی مثل ذلک فی الاقتداء
انتہی
(سیرۃ حلبیہ جلد اول ص ۸)

کے تابع ہوئے۔ تمام مشائخ اسلام جو ان کے
ہمعصر تھے۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ امام سبکی کے
پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع ہوئے
ایک مداحِ رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدح میں صرصری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار
پڑھے ؎

" اگر چاندی پر سونے کے حروف سے
بہترین کاتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھے
تب بھی کم ہے۔"
بیشک عزت و شرف والے لوگ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل سُنکر صف بستہ
قیام کرتے ہیں۔ یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جاتے ہیں

یہ اشعار سُن کر تمام اہلِ مجلس، مشائخ و علماء
بھی کھڑے ہو گئے اور اس وقت بڑا انس حاصل
ہوا۔ مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی
اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء
کے بارے میں کافی ہوتے ہیں۔" انتہی

ثابت ہوا۔ کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ و علماء کی اقتداء کافی ہے۔
بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعر اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقاء اہلِ مجلس کا قیام علامہ شیخ محمد اسمٰعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح البیان جلد ۹ ص ۵۶۔

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں :-

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے۔ کہ محفلِ مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائمِ امدادیہ میں فرماتے ہیں :-

"اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔"

(شمائم امدادیہ ص۸۸)

محفلِ میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں :-

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے البتہ وقتِ قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر احتمالِ تشریف آوری کیا جائے۔ مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ خلق مقید بزمان ومکان ہے۔ لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں۔" انتہیٰ

(شمائم امدادیہ ص۹۳)

دنیا میں کروڑوں جگہ محافلِ میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ لیکن کسی محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم رنجہ فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں۔ اور حضور کی تشریف آوری کا خیال کرنا ہی شرعاً کوئی

مضائقہ نہیں رکھتا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے منکر ہیں۔ اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفرو شرک سمجھتے ہیں۔ وہ شمائم امدادیہ کی منقولہٗ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ارشادِ خداوندی ہے "صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" مطلق ہے۔ ہر وُہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ و سلام کے لیے مکروہ اور نامناسب نہیں۔ آیتہ کریمہ کی رو سے اسمیں صلوٰۃ وسلام جائز ہوگا ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رہے۔ کہ قیام میلاد ذوق و شوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود و سلام کے لیے موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ اس وقت "یا" حرفِ ندا کے ساتھ بصیغہ خطاب صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ کیوں کہ حالتِ ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور "یا" حرفِ ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محرومُ القسمتی کی دلیل ہے۔

اوراد فتحیہ میں ص۲۲ سے ص۲۴ تک "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" کا ورد موجود ہے۔ اور اسمیں ستر مرتبہ "یا" حرفِ ندا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام وارد ہے۔ اسمیں اوراد فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسلِ اولیاء میں فرماتے ہیں :-

" وچوں سلام دہد با وراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل جمع شدہ است "

جب سلام پھیرے اورادِ فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے "

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص۱۲۴، ۱۲۵ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی)

اَلحَمدُ لِلّٰہ

ہمارے بیان کردہ حوالہ جات و عبارات سے انعقادِ محفل میلاد کا استحباب اور قیام میلاد و صلوٰۃ وسلام کا جائز اور موجب ازدیادِ محبت و باعثِ ذوق و شوق ہونا اچھی طرح

واضح ہوگیا۔ معترضین کے شکوک وشبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدِ عالم نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سَیّد اَحمد سَعِید کاظمی غفرلہٗ